اسلام کا نظامِ عدل اور تصورِ مساوات
اصول شریعت کی روشنی میں

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی استاذ حدیث و تفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۳)

مدعی کی شاطرانہ حرکتوں کی مخالفت نیز جس طرح قاضی کی کوتاہی، شاہد کی جھوٹی شہادت اور حالف کی جھوٹی قسم کے ذریعہ صاحب حق محروم و مظلوم بنتا ہے، اسی طرح کبھی مدعی کی چرب زبانی، اور مقدمہ بازی میں اس کی مہارت، بھی غلط فیصلے کرا دینے اور اصل حقدار کو محروم کر دینے کا سبب بن جاتی ہے اس لئے سب کو بالخصوص مدعی کو آگاہ کر دیا گیا ہے کہ غلط ترکیبوں اور شاطرانہ چالوں سے قاضی کا فیصلہ غلط طور پر کسی کے حق میں کرا لینے سے وہ چیز واقعتہً "مقضی لہ" (مقدمہ جیت جانے والے) کی ملکیت میں نہیں آجاتی اور نہ اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کی مقدار ——— کتنی ہی ہو جس طرح ایسے فیصلے سے پہلے یہ حرام تھی اب بھی بدستور حرام رہے گی۔ کسی بھی انسان کا فیصلہ حتیٰ کہ نبی کا بھی ایسا فیصلہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔ چنانچہ صحیح ترین حدیث جسے بخاری و مسلم جیسے جلیل القدر محدثین نے بھی اپنے صحیحین میں جگہ دی ہے، میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات صاف صاف لفظوں میں ارشاد فرمادی؛

ان زینب بنت ابی سلمۃ اخبرت عن امہا ام سلمۃ قالت سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلبۃ خصام عند بابہ فخرج علیہم فقال إنما أنا البشر وانہ یاتینی الخصم فلعل بعضاً ان یکون ابلغ من بعض اقضی لہ بذلک واحسب انہ صادق فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ہی قطعۃ من النار ــــ فلیاخذہا ولیدعہا[1]

حضرت زینب بنت ابو سلمہ کہتی ہیں کہ ان کی والدہ نے حضرت ام سلمہ سے سنا کہ ایک دفعہ حضور صلعم نے دروازہ کے پاس آپسی اختلاف کا شور سنا تو آپ باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

دیکھو میں ایک انسان ہوں میرے پاس فریقین آتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی زیادہ چرب زبان ہو اور اس چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ ہوجائے اور میں یہ سمجھوں کہ وہی حق پر ہے لیکن اگر کسی کے حق میں دوسرے مسلمان کے حق کا فیصلہ کردوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ اس کو اختیار ہے کہ اسے قبول کرے یا دست بردار ہوجائے۔

تنہا دعویٰ کرنے سے حق ثابت نہیں ہوجاتا

اسی لئے تنہا مدعی کے دعوے، پر خواہ وہ بظاہر کتنا ہی قابل اعتماد اور سچا ہو، قاضی فیصلہ نہیں دے سکتا چنانچہ ایک حدیث میں بڑے حکیمانہ انداز میں فرمایا گیا ہے:

---

[1] الصحیح للبخاری ص ۱۰۶۵ ج ۲، والصحیح لمسلم واللفظ للبخاری (باب القضاء فی قلیل المال وکثیرہ)

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو یعطی الناس بدعواھم لادعی اناس دماء رجال و اموالھم [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو ان کے دعووں کے مطابق ملنے لگے تو کچھ لوگ بعض انسانوں کی جان لینے اور مال لینے کا دعوی کرنے لگیں گے۔

جج کے لئے تاکیدی احکام و ہدایات

لیکن ان تینوں (بلکہ مدعی سمیت چاروں) میں سب سے زیادہ اہمیت قاضی (جج) اور اس کے کردار کی ہی ہے اور گویا اسی پر زیادہ تر بلکہ کہنا چاہئے تمام تر عدل و انصاف کے قیام کا مدار ہے۔ اسی بنا پر جتنی زیادہ ہدایات اور خوف خدا کی یاد دہانیاں قاضی کے لئے ملتی ہیں اوروں کے لئے نہیں ملتیں۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں تابعی جلیل حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا ایک زریں قول جس میں قرآن مجید کی تین آیات سے نہایت لطیف انداز میں استدلال کیا گیا ہے، یہ نقل کیا ہے:

قال الحسن أخذ اللہ علی الحکام ان لا یتبعوا الھوی ولا یخشوا الناس ولا یشتروا بایاتی ثمنا قلیلا [2]

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حکام کے ذمہ لازم کیا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی نہ کریں، لوگوں سے نہ ڈریں، اور میری آیات کا سہارا لے کر دنیا نہ کمائیں۔

اسی کے بعد امام موصوف نے پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کا بھی ایک نہایت مفید اور حکیمانہ و مبصرانہ یہ قول نقل کیا ہے:

قال مزاحم بن زفر قال لنا

مزاحم بن زفر کہتے ہیں کہ ہم لوگوں سے

---

[1] الصحیح المسلم ص ۷۴ ج ۲ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔ [2] الصحیح للبخاری ص ۱۰۶۱ ج ۲

عمر ابن عبد العزیز خمس اذا اخطأ القاضی منہن خصلۃ کانت فیہ وسمۃ ان یکون فہیما، حلیما، عفیفا، صلیبا، عالما سؤلا عن العلم[1]

حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر قاضی میں کوئی ایک بھی نہ ہو تو وہ اس کے لئے بڑے عار کی بات ہے قاضی کو سمجھدار، بردبار، پاکدامن، اصولوں میں سخت، دین کا علم رکھنے والا اور علم کی ٹوہ میں رہنے والا ہونا چاہیئے۔

حقیقت تو یہی ہے کہ ان میں سے ہر وصف ایسا ہے کہ یہ کہنا مشکل ہو جاتا ہے کہ قاضی کے لئے اس کی اہمیت دوسرے وصف سے کم ہے اس لئے ان تمام ہی اوصاف کا ہونا ناگزیر ہے ورنہ وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ ملک کے لئے باعث ننگ و عار ہوگا جیسا کہ خلیفۂ راشد نے فرمایا، اور ان کے اس فرمان کی اہمیت اس لئے اور بڑھ جاتی ہے کہ خلیفہ موصوف "مبتلے بہ" رہ چکے ہیں اور یہ محض "شنیدہ" نہیں "چشیدہ" بھی ہیں۔

قاضی کے واسطے فہم سلیم کی ضرورت

علم، تقویٰ اور دیانت و امانت وغیرہ کے ساتھ فہم سلیم بھی ازبس ضروری ہے ورنہ قاضی کبھی صحیح فیصلہ نہیں کر سکے گا کیونکہ بہت سے عقدوں کا حل فراست ہی سے نکلتا ہے اور علم و دیانت وہاں اتنے کام نہیں آتے جتنی ذہانت، اسی قسم کا ایک واقعہ صحیح مسلم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ملتا ہے (جنہیں اسی وصف کی وجہ سے اللہ کی طرف سے "فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ" کی سند ملی تھی) واقعہ یہ ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو[2]

---

[1] الصحیح للبخاری ص ۱۰۶۱ ج ۲

قال بينما امرأتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب بابن احد لهما فقالت هذه لصاحبتها انما ذهب بابنك انت وقالت الاخرى انما ذهب بابنك فتحاكمتا الى داؤد فقضى به للكبرى فخرجتا على سليمان بن داؤد عليهما الصلاة والسلام فاخبرتاه فقال ائتونى بالسكين اشقه بينكما فقالت الصغرى يرحمك الله هو ابنها فقضى به للصغرى۔[1]

عورتیں اپنے دو بچوں کو لئے ہوئے تھیں بھیڑیا آیا اور ایک بچہ کو اٹھالے گیا، ایک عورت نے دوسری سے کہا کہ بھیڑیا تیرے بچے کو لے گیا۔ دوسری عورت نے اس سے کہا نہیں تیرے بچے کو لے گیا ہے، پھر وہ حضرت داؤد کے پاس گئیں انھوں نے بچہ کا فیصلہ بڑی عورت کے حق میں کیا۔ وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد کے پاس آئیں اور ان کو اپنا واقعہ بتلایا، انھوں نے کہا چھری لے آؤ اس کو میں تم دونوں کے درمیان تقسیم کردوں تو چھوٹی عورت نے کہا ٹھیک ہے یہ لڑکا اسی کا ہے تو حضرت سلیمان نے بچہ چھوٹی عورت کو دے دیا۔

قضا اہم ترین فریضہ دیکھئے اس مقدمہ میں بجز ذہانت کے اور کوئی ذریعہ حق کے دریافت کرنے کا نہیں تھا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، عدل کے بروئے کار کرنے اور عام ہونے کے لئے سب سے زیادہ اہمیت۔ قوانین کے مبنی بر انصاف ہونے کے علاوہ۔ عہدۂ قضا اور اس پر متمکن شخص کی ہے (یہاں قضا عام معنی میں لیا گیا ہے جو خلیفہ اور امیر و حاکم سب پر حاوی ہے) یہ حقیقت پیش نظر ہو تو

---

[1] الصحیح لمسلم ج ۲ ص ۷۷

امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتابوں کے مشہور شارح جنھیں شمس الائمہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے یعنی ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسی رحمۃ اللہ کے اس بیان میں مبالغہ نہیں معلوم ہوتا:

اعلم بان القضاء بالحق	سمجھ لو کہ ایمان باللہ کے بعد فرائض میں
من أقوی الفرائض بعد	صحیح فیصلہ کرنا سب سے اہم ہے اور
الایمان باللہ تعالی وھو	سب سے بڑی عبادت ہے اسی کے لئے
من اشرف العبادات	اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کے لئے خلافت
لاجلہ اثبت اللہ تعالی	کا لفظ استعمال کیا اور کہا میں تم کو زمین
لآدم علیہ السلام اسم	میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں ۔ یہی
الخلافۃ فقال انی جاعل	منصب اللہ نے حضرت داؤد کو عطا کیا
فی الارض خلیفۃ واثبت	چنانچہ ارشاد ہے اے داؤد ہم نے تم کو
ذلک لداؤد علیہ السلام	زمین میں اپنا نائب بنایا ہے ہر نبی کو اسی
فقال عزوجل یا داؤد انا جعلناک	کا حکم ہوا ہے یہاں تک کہ حضور خاتم النبیینؐ
خلیفۃ فی الارض وبہ امر کل	کو بھی ۔ یہ اس وجہ سے کہ حق کے ساتھ
نبی حتی خاتم الانبیاء علیھم	فیصلہ کرنا عدل کو قائم کرنا ہے اور عدل
الصلاۃ والسلام ... وھذا	کے ساتھ زمین و آسمان قائم ہیں اسی کام
أن فی القضاء بالحق اظھار	کے لئے انبیاء اور رسولوں کی بعثت ہوئی
العدل وبالعدل قامت	ہے اور خلفائے راشدین نے بھی اسی کی
السموات والارض ... ولاجلہ بعث	طرف پوری توجہ کی ہے۔
الانبیاء والرسل صلوات اللہ علیھم وبہ اشتغل الخلفاء الراشدون[1]	

[1] المبسوط للسرخسی ج ۱۶ ص ۶۰ مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر (طبعہ اولی)

عہدۂ قضا اگرچہ فرض کفایہ ہے مگر طلب ممنوع

اور اسی اہمیت اور مذکورہ دلائل کی وجہ سے محقق ابن ہمام نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔

واما وصف القضاء ففرض کفایۃ فلو امتنع الکل أثموا [۱]	قضا فرض کفایہ ہے اگر سب ہی اسے چھوڑ دیں تو سب گناہ گار ہوں گے۔

مگر اسی کے ساتھ یہ منصب نہایت نازک اور مزلۃ الاقدام گویا دو دھاری تلوار کی طرح ہے جو چلانے والے کو بھی کاٹ سکتی ہے۔ قاضی کا ذرا سا انحراف اور راہِ حق سے تجاوز بہت بھیانک نتائج کا (کہ جس سے فرد ہی نہیں بسا اوقات ملک تک تباہ ہو سکتا ہے) سبب بن سکتا ہے، اسی لئے احادیث میں اس منصب کے قبول کرنے سے حتی الامکان بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور طلب کرنے سے تو سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، بلکہ ایسے شخص کو اس عہدہ کے لئے نااہل ہی قرار دیدیا گیا ہے جو طلب کرے۔ محدث جلیل امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک مستقل عنوان ہی قائم کیا ہے "باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ" [۲] اور اس کے تحت یہ دو حدیثیں ذکر کی ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ ..... اور	حضور صلعم نے فرمایا تم امارت وحکومت کے لالچی ہو حالانکہ وہ روز قیامت باعث ذلت ہو گی۔ حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ میں

---

[۱] فتح القدیر ج ۵ ص ۲۵۳

[۲] الصحیح للبخاری ج ۲ ص ۱۰۵۸

عن ابی موسی قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا ورجلین من قومی فقال احد الرجلین امرنا یا رسول اللہ وقال الآخر مثلہ فقال انا لانولی ھذا من سألہ ولا من حرص علیہ	اور میری قوم کے دو افراد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان دو میں سے ایک نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم کو کسی جگہ کا والی بنا دیجئے۔ دوسرے نے بھی اس طرح کہا تو حضورؐ نے فرمایا جو مانگتا ہے ہم اس کو نہیں دیتے اسی طرح جو اسکا لالچی ہے اس کو بھی نہیں دیتے۔

بخاری نے اس باب سے پہلے ایک باب کا عنوان یہ مقرر کیا ہے۔"باب من لم یسأل الامارۃ اعانہ اللہ" اور اس کے تحت یہ حدیث تحریر کی ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد الرحمن بن سمرۃ لا تسأل الامارۃ فانک ان اوتیتھا عن مسئلۃ وکلت الیھا وان اوتیتھا عن غیر مسئلۃ اعنت علیھا۔	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبدالرحمٰن بن سمرۃ! عہدہ طلب نہ کرو کیونکہ تمہاری اگر طلب پر دیا گیا تو خدا کی مدد ساتھ نہ ہوگی۔ اور بلا مانگے مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ ہوگی۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہ عہدہ طلب تو نہ کرنا چاہئے (بلکہ اس کی تمنا بھی نہ کرنی چاہئے اور حتی الامکان بچنا چاہئے) لیکن اگر سونپ دیا جائے تو اللہ کی مدد کے بھروسہ پر قبول کیا جا سکتا ہے۔اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال ہوگی، چونکہ عہدہ میں "نزاکت" اور "ضرورت" دونوں پہلو ہیں اسی وجہ

سے علمائے متقدمین کے اس بارہ میں دونوں رویے رہے ہیں بعض نے "نزاکت" کو ملحوظ رکھتے اور ترجیح دیتے ہوئے قبول کرنے سے (مثلاً امام ابو حنیفہؒ نے) احتراز کیا' بعض نے "ضرورت" جان کر بادل ناخواستہ قبول کیا مثلاً ان کے شاگرد امام یعقوب ابو یوسف نے (وکل مصیب ماجور انشاء اللہ تعالیٰ)۔

حضرت عمرؓ کا اہم ترین خط شارع کی طرف سے اس کے علاوہ بھی عہدۂ قضا پر فائز ہونے والے کو اور بہت سی ہدایات دی گئیں نیز اس پر سخت پابندیاں عائد کی گئی ہیں ان کی تفصیل خود ایک کتاب کا موضوع ہے اور اس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں (جیسا کہ اہل علم واقف ہیں) لیکن ان سب کا عطر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے اس خط میں کشید کر دیا گیا ہے جو انہوں نے صحابی رسول حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کو (جنہیں حضرت عمرؓ نے گورنر بنایا تھا) لکھا چنانچہ اس موضوع پر اس کے بعد جو کچھ کہا یا لکھا گیا وہ گویا اسی خط کی شرح ہے اس خط کی غیر معمولی اہمیت کی بنا پر متعدد اہم مصنفین نے اپنی تصنیفات کا اسے سرنامہ بنایا۔ دوسری صدی کے مشہور فقیہہ امام محمد بن الحسن الشیبانی نے بھی اپنی ایک کتاب کو اسی سے شروع کیا جیسا کہ ان کی کتابوں کے شارح سرخسیؒ نے نقل کیا ہے[1]۔ اس موضوع پر لکھی گئی تقریباً تمام ہی کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے ہم یہاں آٹھویں صدی کے مشہور محقق علامہ ابن القیمؒ الجوزیہ کی معروف کتاب "اعلام الموقعین" سے اس کا متن نقل کر رہے ہیں۔ یہ بات ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ علامہ موصوف نے اس خط کی شرح ساڑھے چار سو سے زیادہ صفحات میں (بڑے سائز کے) کی ہے اگرچہ اس پر بعض علماء مثلاً علامہ ابن حزمؒ نے کلام بھی کیا ہے مگر علامہ ابن قیمؒ کے بقول علماء نے اس کلام کو قابل توجہ بھی نہیں سمجھا' بلکہ خط کو عام طور پر قبول کر لیا۔ خط کے متن کے اختتام پر انھوں نے یہ الفاظ لکھے ہیں: جس سے اس کی اہمیت کا مزید اندازہ ہوتا ہے۔

---

[1] المبسوط للسرخسی جلد ۱۶ صفحہ ۶۰

وهذا الكتاب جليل تلقاه العلماء بالقبول وبنوا عليه اصول الحكم والشهادة والحاكم والمفتى احوج شئ إليه والى تامله والتفقه فيه[1]

یہ اہم خط علماء میں ہر دور میں مقبول رہا ہے اس پر انھوں نے فیصلوں کی اور شہادت (گواہی) کی بنیادیں رکھی ہیں اور اصول وضع کئے ہیں، قاضیوں اور مفتیوں کو اسے سمجھنے اور غور کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔

اس تمہید کے بعد اصل خط کا متن[ع] ملاحظہ فرمائیں:-

أما بعد! فان القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة فافهم اذا ادلى اليك فانه لا ينفع تكلم بحق لا نفاذ له آس الناس فى مجالسك وفى وجهك وقضائك حتى لا يطمع شريف فى حيفك ولا ييأس ضعيف من عدلك البينة على المدعى واليمين على من انكر والصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا احل حراما او حرم حلالا ومن ادعى حقا غائبا او بينة فاضرب له امدا ينتهى إليه، فان بينه اعطيته بحقه وان اعجزه ذلك استحللت عليه القضية، فان ذلك هو ابلغ فى العذر واجلى للعماء ولا يمنعك قضاء قضيت فيه اليوم فراجعت

---

[1] اعلام الموقعين ص۸۶ ج ۱ اس سے ایک صفحہ پہلے وہ خط شروع ہوتا ہے اس کے علاوہ المبسوط ص ۱۶ ج ۱۶ والاحکام السلطانیہ للماوردی ص۶۸ میں بھی یہ خط (جزوی ولفظی فرق کے ساتھ) منقول ہے۔ [ع] یہاں خط کا صرف عربی متن ہی پیش کیا جارہا ہے۔ بعض وجوہ سے ترجمہ نہیں کیا جارہا ہے (اہل علم کے لئے ترجمہ کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہے)

فیہ رأیك فهدیت فیہ لرشدك ان تراجع فیہ الحق. فان الحق قدیم لا یبطلہ شئ، ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل، والمسلمون عدول بعضهم علی بعض الا مجرّباً علیہ شهادۃ زور، او مجلودا فی حد او ظنینا فی ولاء او قرابۃ، فان اللہ تعالیٰ تولی من العباد السرائر وستر علیهم الحدود الا بالبینات والایمان، ثم الفهم الفهم فیما ادلی الیك مما ورد علیك مما لیس فی القرآن ولا سنۃ ثم قایس الامور عند ذلك واعرف الامثال ثم فیما تری الی احبها الی اللہ واشبهها بالحق، وایاك والغضب والقلق والضجر والتأذی بالناس والتنکر عند الخصومۃ او الخصوم شك عبید. فان القضاء فی مواطن الحق مما یوجب اللہ بہ الاجر ویحسن بہ الذکر، فمن خلصت نیتہ فی الحق ولو علی نفسہ کفاہ اللہ ما بینہ وبین الناس ومن تزین بما لیس فی نفسہ شانہ اللہ فان اللہ تعالیٰ لا یقبل من العباد الا ما کان خالصا، فما ظنك بثواب عند اللہ فی عاجل رزقہ وخزائن رحمتہ والسلام علیك ورحمۃ اللہ.

اس خط کا حق تھا کہ یہاں اس کی شرح کی جاتی اور اس کے ایک ایک کلمہ میں جو معانی پنہاں ہیں انہیں برافگندہ نقاب کیا جاتا۔ مگر مقالہ کا حجم اور قارئین کے قیمتی اوقات کا احساس مانع ہے نیز اس حقیقت کی بنا پر تفصیلات سے گریز کرتے ہیں مضائقہ نہیں نظر آرہا ہے کہ پیشرو علماء نے (برد اللہ مضاجعهم) تفصیل وتشریح کا حق ادا کر دیا ہے اور وہ تفصیلات اب کوئی راز نہیں رہ گئی ہیں۔ مطابع کی ایجاد نے کتنے مکنون خزانے وقف عام کر دیئے ہیں (ایک تشریحی ماخذ ومرجع کا ذکر ابھی گذر چکا ہے)۔

'قاضی' کے لئے پابندیاں | منصب قضا کی نزاکت، اس کی ذمہ داریوں اور قابل

احتیاط امور کی تفصیلات اتنی زیادہ ہیں کہ انہیں پیش کرنا پوری کتاب لکھنے کی کوشش کرنے کے مرادف ہے (اور ظاہر ہے یہ کتاب نہیں مقالہ ہی ہے) تاہم چند اہم امور کا ذکر کر دینا ("ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ" کے بمصداق) شاید نامناسب نہ ہو۔ قاضی کیلئے بنیادی اور حتمی حکم یہ ہے کہ ہر اس چیز سے وہ بچے جس سے کسی بھی فریق کو اپنی بات ثابت کرنے میں ادنیٰ سی رکاوٹ محسوس ہو، اور پھر اس کے نتیجہ میں قاضی کو صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں دشواری ہو نیز ایسے تمام کام کرے جس سے کسی فریق کو جانبداری کا احساس نہ ہو تاکہ صحیح فیصلہ تک پہنچنا آسان ہو جائے اور مظلوم کو ظلم سے بچانا، مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانا، اور صاحب حق کو اس کا حق دلوانا آسان ہو جائے۔ مثلاً حضرت عمرؓ کے مذکورہ خط کے اس جملہ پر غور فرمایئے۔۔۔ "ایاک والغضب والقلق والضجر۔۔۔۔۔۔ والتنکر عند الخصومۃ" اس کی شرح کرتے ہوئے "الکافی" کے شارح سرخسی کہتے ہیں۔[۱]

ایاک والضجر القلق وھما نوعان من اظہار الغضب والقلق الحدۃ والضجر رفع الصوت فی الکلام فوق ما یحتاج الیہ القاضی منھی عنہ لانہ یکسر قلب الخصم بہ ویمنعہ من اقامۃ حجتہ ویشتبہ علی القاضی بسببہ طریق الاصابۃ وربما لا یفھم کلام احد الخصمین"	ضجر اور قلق اظہارِ غضب کی دو شکلیں ہیں۔ قلق میں مزاج کی تیزی اور ضجر یعنی بوقت گفتگو آواز کا بلند کرنا اس سے زیادہ جتنی کی ضرورت ہے۔ قاضی کو ان دونوں سے منع کیا گیا کیونکہ اس سے صاحب قضیہ کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور دلیل پیش کرنے میں رکاوٹ پڑتی ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات قاضی کا حقیقت تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے اور کبھی فریقین میں سے کسی کی بات سمجھ نہ سکے گا۔

---

[۱] المبسوط شرح الکافی للسرخسی ج ۱۶ ص ۱۲

غیر متوازن حالت میں فیصلہ کرنے کی ممانعت اسی وجہ سے حدیث صحیح میں (جسے امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں جگہ دی ہے) غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے - ایک مشہور صحابی ابوبکر فرماتے ہیں:

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے
یقول لا یقضین حکم	سنا کہ غصہ کی حالت میں کوئی بھی فیصلہ کرنے
وھو غضبان [1]	والا ہر گز فیصلہ نہ کرے۔

صحیح بخاری کے مشہور شارح علامہ بدرالدین عینی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حکم بفتحتین وھو الحاکم و	حَکَم یعنی حاکم۔ مہلب نے کہا ہے، اس ممانعت
قال المھلب سبب ھذا النھی	کی وجہ یہ ہے کہ قاضی حالت غضب میں غلط
ان الحکم حالۃ الغضب قد	فیصلہ بھی کر سکتا ہے تو اس سے منع کیا گیا۔ یہی
یتجاوز الی غیر الحق فمنع	بات دوسرے فقہاء نے بھی کہی ہے، اور
وبذلک قال فقھاء الامصار	غزالیؒ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی
وقال الغزالی فُھم من ھذا	کو بیت الخلاء جانے کا تقاضہ ہو یا بھوک،
الحدیث انہ لا یقضی حاقنا	محسوس ہو رہی ہو یا کسی مرض کی وجہ سے
جائعا او متالما بمرض وقال	وہ تکلیف میں مبتلا ہو تو ان حالتوں میں بھی
الرافعی وکذلک لا یقضی بکل	وہ فیصلہ نہ کرے، جس میں اس کے مزاج میں
حال یسوء خلقہ فیھا و تغیر	سکون نہ ہو اور عقل صحیح حالت پر قائم نہ
عقلہ فیھا بجوع و شبع مفرط	رہے، جیسے بھوک، حد سے زیادہ شکم سیری

---

[1] الصحیح للبخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۶۱

ومرض مولم وخوف مزعج وحزن وفرح شديدين وكغلبة النعاس وملال وكذا الوحضرة طعام ونفسه تتوق اليه قال والمقصود ان يتمكن من استيفاء الفكر والنظر[1]

تکلیف دہ مرض کسی چیز کا سخت خوف و اندیشہ الم ہو یا غم و بے حد خوشی یا جیسے اونگھ کا غلبہ ہو یا اکتاہٹ جسمانی ہو رہی ہو۔ اسی طرح اگر کھانا تیار ہو اور اس کو کھانے کا شدید تقاضہ بھی ہو ان وجوہ میں کہا مقصود یہ ہے کہ اچھی طرح غور و فکر کرنے کا قاضی کو موقع ملتا رہتا ہے۔

غور فرمائیے! کہ امت کے حکماء یعنی فقہائے اسلام نے حدیث کی روشنی میں کیسی ناجانبداری سے زور دے کر قاضی کو غلط فیصلے کے امکان تک سے کتنا بچایا ہے، جس ذہن کی رو یہ ہو وہ اس صریح ظلم، اور کوئی غلط فیصلہ اپنانے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے، اس لئے یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ سفارش کے ذریعہ یا رشوت دیکر یا کسی اور صریحاً غلط طریقہ پر فیصلہ کرانے کی قطعاً اجازت نہیں جب قاضی کے لئے حکم یہ ہو کہ:

ليس لمن تقلد القضاء ان يقبل هدية[2] ولا يضيف احد الخصمين دون خصمه ... و اذا حضر سوى بينهما فى الجلوس والاقبال والنظر ولا يسار احدهما ولا يشير اليه[3]

جو شخص منصب قضا پر فائز ہو وہ ہدیہ قبول نہ کرے اور کسی دعوت میں شریک نہ ہو سوائے اس دعوت کے جو سب کیلئے قائم ہو۔ فریقین میں سے کسی ایک کو زیادہ و کم نہ جانے۔ عدالت میں جائے تو فریقین کو برابر برابر جانے اور یکساں دونوں کی طرف متوجہ ہو۔ کسی ایک سے رازدارانہ بات

---

[1] عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الطباعۃ العامرہ۔ [2] الاحکام السلطانیہ ص ۱۰۱
[3] الہدایۃ المجلد الرابع ص ۱۲۰۔

نہ کرے نہ کسی ایک کی طرف اشارہ کرے۔

شہادت کی اہمیت | تو پھر رشوت جیسی چیز کی کوئی گنجائش کیونکر ہو سکتی ہے یا فیصلہ کی ضرورت کے لئے نظام شریعت میں قاضی کے بعد سب سے زیادہ اہمیت شہادت اور شاہد کی ہے کیونکہ اکثر حالات میں (یعنی جب مدعیٰ علیہ، مدعی کے دعوے کی صحت سے انکار کر دے) وہی حق کے امور میں اثبات کا ذریعہ بنتا ہے۔ جیساکہ حدیث میں بھی آتا ہے ا

اکرموا الشہود فان اللہ تعالیٰ یحیی الحقوق بہم [1] — گواہوں کا اکرام کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ حقوق کی بحالی فرماتے ہیں۔

گواہ کی ذمہ داریاں | اس لئے شاہد کو (خاص طور پر انسانی حقوق سے متعلق) شہادت چھپانے کی قرآن مجید میں ممانعت کی گئی اور اس فعل کو گناہ بتایا گیا ہے (لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ) اور شاہدوں کو حکم دیا گیا کہ جب بھی انہیں... شہادت دینے کے لئے بلایا جائے انکار نہ کریں "وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا" ایک صحیح حدیث میں بہترین گواہ اس شخص کو قرار دیا گیا ہے جو مدعو کئے جانے کا بھی انتظار نہ کرے یعنی اگر کسی انسان کا حق صرف اس کی گواہی سے ہی مل سکتا ہو تو بغیر بلائے گواہی دینے چلا جائے۔

إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الا اخبرکم بخیر الشہداء الذی یاتی بشہادۃ قبل ان یسالہا [2] — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بتاؤں! سب سے بہترین گواہ کون ہے؟ وہ شخص جو مطالبہ سے پہلے گواہی دے دے۔

---

[1] ۴۲ المبسوط للسرخسی ص ۱۱۲ ج ۱۶

[2] ۴۳ الصحیح لمسلم ص ۷۷ ج ۲

اس کی شرح کرتے ہوئے مشہور شارح حدیث علامہ محی الدین نووی فرماتے ہیں:۔

وفی المراد بھذا الحدیث تاویلان اصحھما واشھرھما ... انہ محمول علی من عندہ شھادۃ لانسان بحق ولا یعلم ذلک الانسان انہ شاھد فیاتی الیہ فیخبر انہ شاھد لہ،	اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں، زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ وہ گواہ مراد ہے جو کسی کے حق کے بارے میں گواہی رکھتا ہے اور اس حقدار کو نہیں معلوم کہ وہ اس گواہ ہے تو وہ حقدار کے پاس آئے اور اس کو بتلائے کہ وہ اس کے حق معاملہ کی گواہی دے گا۔

اور آگے کہتے ہیں:۔

یلزم من عندہ شھادۃ الانسان لا یعلمھا ایاھا لانھا امانۃ لہ عندہ [1]	کسی حقدار کے حق کی گواہی (جس کا علم حقدار کو نہیں ہے) دینا ضروری ہے۔ کیونکہ گواہ کی گواہی حقدار کی امانت ہے۔

"گواہ" کے اوصاف اور چونکہ فیصلہ کا مدار زیادہ تر بلکہ تمامتر اکثر حالات میں گواہی پر ہی ہوتا ہے اس لئے مذکورہ ہدایتوں کے ساتھ دوسری احتیاطیں بھی بہت کی گئی ہیں کہ کہیں غلط گواہی سے غیر مستحق کو ناحق کچھ نہ مل جائے یا کسی بے قصور کو گزند نہ پہونچ جائے، اس لئے گواہ کے لئے منجملہ دوسری شرائط کے ایک اہم شرط عدالت۔ گناہوں سے مجتنب رہنا۔ لگائی گئی ہے نیز حدیث شریف میں جھوٹی گواہی کو اشراک باللہ اور قتل ناحق جیسا عظیم گناہ قرار دیا گیا ہے بلکہ انداز بیان سے اس کی اہمیت اور زیادہ بتائی گئی:

---

[1] شرح الصحیح لمسلم للنووی برمسلم ص ۷۷ ج ۲

سئل رسول اللّٰہ عن الکبائر فقال الشرک باللّٰہ وقتل النفس وعقوق الوالدین فقال الا انبئکم باکبر الکبائر قال قول الزور او شہادۃ الزور[۱]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا آپؐ نے فرمایا۔ شرک باللہ، ناحق قتل، والدین کی نافرمانی، پھر ارشاد فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے سب سے بڑا کبیرہ گناہ کون سا ہے؟ جھوٹی بات یا جھوٹی گواہی۔

عورت کی گواہی! 'حدود' کے مقدمات میں گواہی کی اہمیت اور اس میں احتیاطیں اور بھی زیادہ کر دی گئی ہیں چنانچہ عورت کی گواہی (اس کی ذہنی قوت اور حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے) اس بارے میں ناقابلِ قبول قرار دی گئی جیساکہ قاضی امام ابویوسف نے اپنی شہرہ آفاق اور اپنے موضوع پر منفرد کتاب الخراج میں سند کے ساتھ امام زہری سے نقل کیا ہے؛

مضت السنۃ من لدن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہٖ ان لاتجوز شہادۃ النساء فی الحدود[۲]

عہد نبوی سے لے کر حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کے عہد تک یہ بات مسلم رہی ہے کہ 'حدود' میں عورتوں کی شہادت ناقابل قبول ہے۔

حدود میں سب سے زیادہ اہمیت و نزاکت "فاحشہ" کی حد کی ہے کہ اس میں انسانی جان کے چلے جانے کے ساتھ آبرو بھی جاتی ہے جو شریف آدمی کے لئے جان سے زیادہ قیمتی شئی ہے چنانچہ اس کے لئے کم سے کم چار عینی گواہ ضروری قرار دیے گئے ہیں یہ حکم

---

[۱] الصحیح للبخاری ص ۸۸۳ ج ۲

[۲] کتاب الخراج للامام ابی یوسف ص ۹۹ مطبوعہ مطبع امیریہ ببولاق مصر ۱۳۰۲ھ

براہِ راست قرآن حکیم میں دیا گیا ہے۔ (وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ) اور (ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ)

البتہ مالی مقدمات (یا اس جیسے اور مقدمات) کی اہمیت نسبتہً کم ہونے کی بنا پر ان میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی کافی ہو جاتی ہے[۵۱] (اگر دو مرد نہ مل سکیں اور بعض مخصوص مسائل میں جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہو سکتی ہیں، ان میں بعض علمار کے نزدیک تنہا عورتوں کی گواہی بھی کافی ہو جاتی ہے مثلاً 'ولادت' یا عورتوں کے عیوب' کے بارے میں' جیسا کہ شرح سیر کبیر میں ہے؛

یکتفی بشھادۃ النساء فیما لا یطلع علیہ الرجال[۵۲]

صرف ان امور میں عورتوں کی شہادت معتبر ہے جو عموماً مردوں کے علم سے باہر ہوتے ہیں۔

شاہد کے اہل اور عادل ہونے کے باوجود کسی فریق کے بارے میں اس کے طبعی جھکاؤ کا گمان ہو تو اسکے حق میں اس کی گواہی ناقابل اعتبار قرار دی جاتی ہے (تفصیلات میں علمار کا اختلاف ہے جس سے یہاں تعرض کرنا نہیں ہے) اور اس بات کی طرف اشارہ حضرت عمرؓ کے مذکورہ خط کے الفاظ "ظنیناً فی ولایۃ و قرابۃ" میں موجود ہے اسی تہمت کے خطرہ کی بنیاد پر بہت سے علمار کے نزدیک قاضی کو محض اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ حدود میں تو خاص طور پر اس کا علم حجت نہیں ہے اور اس پر تمام صحابہ کا اتفاق نقل کیا گیا ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے؛

---

۵۱ الہدایۃ ج ۳ ص ۱۳۸، ۱۳۹ و بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۵۱ تا ۴۵۴

۵۲ شرح السیر الکبیر ج ۳ ص ۲۶۳ (السیر الکبیر للامام محمد بن الحسن الشیبانی و شرح للسرخسی مطبوعہ حیدر آباد طبعۂ اولی)

وعلم القاضی لیس بحجۃ فی الحدود باجماع الصحابۃ۔[۱]

باتفاق صحابہ حدود میں قاضی کا علم حجت نہیں ہے (قاضی اپنے علم کی ہی بنیاد پر "حد" کے مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا)

عہدۂ قضا کی طرح باب "شہادۃ" بھی خاص تفصیل کا طالب ہے مگر امید ہے کہ جتنا کچھ پیش کر دیا گیا ہے وہ ان شاء اللہ شریعت اسلامی کی روح کو سمجھنے کے لئے کافی ہوگا۔

"حلف" کی اہمیت تیسری چیز جس پر بعض حالات میں (یعنی جب کہ مدعی "بینہ" نہ پیش کر سکے اور مدعی علیہ دعوی کی صحت تسلیم نہ کرے) فیصلہ کیا جاتا ہے "حلف" ہے (یعنی "یمین") جو اصلاً "مدعی علیہ" سے متعلق ہوتی ہے جیسا کہ صحیح حدیث کے علاوہ حضرت عمرؓ کے مذکورہ خط میں بھی آیا ہے "البینۃ علی من ادعی والیمین علی من أنکر" البتہ بعض صورتوں میں (بعض ائمہ کے نزدیک "یمین" مدعی سے بھی متعلق ہو جاتی ہے جس کی تفصیل کی اس وقت ضرورت معلوم نہیں ہوتی) ایسی صورتوں میں کہ جس میں فیصلہ کا مدار "یمین" پر ہو تو حق صاحب حق کو ملنے نہ ملنے میں "یمین" کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اسی وجہ سے حدیث صحیح میں جھوٹی قسم کھانے پر سخت وعید آئی ہے۔ محض مال کے حصول کی خاطر جھوٹی قسم کھانے کی شدید مذمت اور عذاب الیم کی دھمکی تو قرآن مجید کی متعدد آیات میں بھی موجود ہے مثلاً:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے سہارے دنیا کماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے،

---

[۱] الفتاوی الھندیۃ ص ۱۴۵/۲ مطبوعہ المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آل عمران)

بروز قیامت اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ ان کا تزکیۂ نفس کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

ایک اور آیت میں یہ فرمایا،

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا" اور ایک آیت وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ"

"اللہ کے عہد کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی سی پونجی نہ خریدو"۔ "اللہ تعالیٰ کے نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ"۔

نیز صحیح حدیث میں یہ واقعہ آتا ہے جسے صحابی رسول حضرت اشعث بن قیس بیان فرماتے ہیں،

کانت لی بئر فی ارض ابن عم لی فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینتک او یمینہ قلت إذن یحلف علیہا یا رسول اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین صبر وھو فیھا فاجر یقتطع بھا مال امرئ مسلم لقی اللہ یوم القیمۃ وھو علیہ غضبان [1]

میرے چچازاد بھائی کے کھیت میں میرا کنواں تھا میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماجرا عرض کیا، آپؐ نے فرمایا یا تو گواہ پیش کرو یا وہ قسم کھائے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو فوراً قسم کھالے گا، آپ نے فرمایا جو کسی کے حق مارنے کے لئے قسم کھائے اور وہ اس میں جھوٹا ہو اور اس قسم کے ذریعہ مسلمان کا مال ہڑپ کر جائے تو اللہ سے قیامت میں اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر سخت غصہ ہوگا۔

---

[1] بخاری صفحہ ۹۸۷ ج ۲

خلاصہ یہ کہ مقدمہ کے فیصلے کے تینوں ارکان (قاضی ہو کہ شاہد یا حالف) کے لئے تقویٰ اور یوم الحساب کا استحضار یہی اصل چیز ہے جو قاضی سے منصفانہ فیصلہ، شاہد سے سچی گواہی اور حالف سے صحیح حلف اٹھوانے کا موجب ہو سکتا ہے، اس کے بغیر اور اس کے علاوہ کوئی اور طاقت صحیح فیصلے کرانے اور امن و امان برقرار رکھ کر چین کی زندگی گذارنے کا ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ یہی یقین پیدا کیا اور اسی احساس کو بیدار کیا اور جب وہ بیدار ہو گیا تو چشمِ فلک نے دیکھا کہ یہی دنیا جنت کا نمونہ بن گئی اور یہ زمین رشکِ آسمان ہو گئی اور ان لوگوں کا کہ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور عزت و آبرو کے لوٹنے والے تھے، یہ حال ہو گیا جیسے خلیفہ اول کے زمانہ کے قاضی۔ عمر فاروقؓ نے خلیفہ کو اپنا قضا سے استعفا پیش کرتے ہوئے بیان کیا[۵۱] (اور اس پر میں اپنی بات ختم کروں گا)۔ جب خلیفہ نے سوال کیا:

امن مشقۃ القضاء تطلب الاعفاء یا عمر؟ — عمر! کیا قضاء کی مشقتوں سے گھبرا کر دست بردار ہو رہے ہو؟

خیرالقرون کے معاشرہ کی سچی تصویر

تو حضرت عمر نے جواب دیا:

---

۵۱ یہ اقتباس عربی رسالہ "الوعی الاسلامی" عدد ۱۲۲ (ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ) سے لیا گیا ہے اس کے علاوہ تاریخ الکامل لابن الاثیر ج۲ ص۱۷۶، اور تاریخ الطبری ج۴ ص۵ (طبعۃ اولیٰ) میں اتنا ملتا ہے "جعل أبوبکر عمر قاضیا فی خلافتہ... فمکث سنۃ لا یخاصم الیہ احد"

لا یاخلیفۃ رسول اللہ	نہیں اے خلیفۂ رسول!
ولکن لیس لی حاجۃ عند	بلکہ ایسے مسلمانوں کے درمیان '
قوم مؤمنین عرف کل منھم	فیصلے کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش
ماله من حق فلم یطلب	آئی جن میں سے ہر ایک کو اپنا حق
أکثر منه وما علیه من	معلوم ہے اور اپنی ذمہ داری کا احساس
واجب فلم یقصر فی ادائه	ہے وہ اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں
احب کل منھم لاخیه ما	کرتا' ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی
یحب لنفسه اذا غاب احدھم	کے لئے وہی پسند کرتا ہے جو وہ اپنے
تفقدوه واذا مرض عادوه	لئے پسند کرتا ہے۔ اگر کوئی غائب
واذا افتقر أعانوه واذا احتاج	ہو جائے تو اس کو تلاش کرتے ہیں '
ساعدوه واذا أصیب	محتاج ہو تو مدد کرتے ہیں ضرورت
واسوه ' دینھم	مند ہو تو اس کی ضرورت رفع کرتے
النصیحة وخلقھم	ہیں ' بیمار ہو تو عیادت کرتے ہیں '
الامر بالمعروف والنھی	مصیبت کا شکار ہو جائے تو غم خواری
عن المنکر ففیم	کرتے ہیں ' ان کا دین ہر ایک کے ساتھ
یختصمون ۔	خیر خواہی ہے اور ان کے اخلاق نیکی
	کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہیں
	تو پھر کس چیز میں جھگڑا اور اختلاف
	کریں گے!

آئیے دعا کریں کہ پھر اللہ تعالیٰ ایسا معاشرہ قائم فرما دے اور ہمارے جو افراد یا حکومتیں اس کے قائم کرنے میں کوشاں ہیں اللہ ان کی مساعی بارآور فرمائے والحمد للہ أولاً و اخراً!

المراجع

۱	القرآن الحکیم	
۲	"الأمّ"	للامام محمد بن ادریس الشافعی (م ۲۰۴ھ)
۳	الجامع الصحیح	للامام ابی عبداللہ محمد اسمٰعیل البخاری م ۲۵۶ھ
۴	الصحیح	للامام مسلم بن الحجاج القشیری م ۲۶۱ھ
۵	الجامع	للامام ابی عیسیٰ الترمذی ۲۷۹ھ م
۶	السنن	للامام سلیمان بن الاشعث ابی داؤد م ۲۷۵ھ
۷	المسند	للامام ابی عبداللہ احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ
۸	شعب الایمان	للعلامۃ ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی م ۴۵۸ھ
۹	مشکوۃ المصابیح	للمحدث الکبیر ولی الدین محمد الخطیب م ۷۳۷ھ یا اس کے بعد
۱۰	زاد المعاد	للعلامۃ شمس الدین ابن القیم الجوزیۃ م ۷۵۱ھ
۱۱	کتاب الخراج	للامام ابی یوسف یعقوب م ۱۸۲ھ
۱۲	تفسیر القرآن الحکیم	للحافظ عماد الدین ابن کثیر م ۷۷۴ھ
۱۳	روح المعانی	للعلامۃ شہاب الدین محمود الآلوسی م ۱۲۷۰ھ
۱۴	تفسیر القرآن الکریم	للعلامۃ الشام محمد جمال الدین القاسمی م ۱۳۳۲ھ
۱۵	تفسیر المنار	للعلامۃ سید رشید رضا المصری م ۱۳۵۴ھ
۱۶	المفردات فی غریب القرآن	ابو القاسم محمد بن المفضل الراغب الاصفہانی م ۵۰۲ھ
۱۷	اعلام الموقعین	للعلامۃ شمس الدین ابن القیم الجوزیۃ م ۷۵۱ھ
۱۸	عمدۃ القاری	للعلامۃ بدر الدین العینی م ۸۵۵ھ
۱۹	شرح مسلم	للعلامۃ محی الدین النووی م ۹۷۶ھ

۲۰	المبسوط	للعلامتہ ابی بکر محمد بن سہل السرخسی م ۴۸۳ھ
۲۱	شرح السیر الکبیر	للعلامتہ أبی بکر محمد بن سہل السرخسی (دالسیر الکبیر للامام محمد بن الحسن الشیبانی)
۲۲	بدایتہ المجتہد	للفقیہ الفیلسوف ابی الولید ابن رشد الحفید م ۵۹۵ھ
۲۳	الہدایتہ	للفقیہ برہان الدین المرغینانی م ۵۹۳ھ
۲۴	بدائع الصنائع	للعلامتہ ملک العلماء علاء الدین الکاسانی م ۵۸۷ھ
۲۵	الاحکام السلطانیہ	للعلامتہ ابی الحسن محمد بن حبیب الماوردی م ۴۵۰ھ
۲۶	فتح القدیر	للمحقق کمال الدین ابن الھمام م ۸۶۱ھ
۲۷	الفتاوی الھندیتہ	رتبہا نخبتہ من العلماء بامر السلطان محی الدین اورنگ زیب ۱۱۱۸ھ
۲۸	الدر المختار	للفقیہ علاء الدین الحصکفی م ۱۰۸۸ھ
۲۹	ردالمحتار	للعلامتہ ابن عابدین الشامی م ۱۲۵۲ھ
۳۰	التشریع الجنائی	للشہید الفقیہ عبدالقادر عودہ
۳۱	العدالتہ الاجتماعیہ	للسید قطب الشہید
۳۲	سیرت عمر بن الخطاب	للعلامتہ المحقق عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی م ۵۹۷ھ
۳۳	التاریخ	لابن الاثیر م ۶۳۰ھ
۳۴	دائرہ معارف القرن الرابع عشر (العشرین)	الدکتور محمد فرید وجدی ۱۳۷۳ھ
۳۵	لسان العرب	للعلامتہ ابی الفضل جمال الدین المعروف بابن منظور م ۷۱۱ھ
۳۶	التعریفات	للسید شریف م ۸۱۶ھ

۳۷	کلیات العلوم	لابی البقاء م ۱۰۹۵ھ
۳۸	حجۃ اللہ البالغہ	لحکیم الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ
۳۹	رسالۃ الوعی الاسلامی	″ ″ ″ ″
۴۰	اسلام کا نظام حکومت	مولانا حامد الانصاری غازی (اطال اللہ عمرہ)
۴۱	الاعلام	لخیر الدین زرکلی
۴۲	کشف الظنون	للعلامۃ مصطفیٰ الکاتب چلپی م ۱۰۶۷ھ

نوٹ :

مؤخر الذکر دو کتابوں سے صرف مصنفینِ کتب کے سنین وفات اخذ کئے گئے ہیں۔

اعلان

کاغذ کی اور طباعت کی بے پناہ گرانی کی بناء پر ماہ ستمبر سے رسالہ برہان کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے کر دیا گیا ہے۔

لہٰذا پرانے خریداران رسالہ برہان کا زر تعاون اب بیس روپے سالانہ کے حساب سے بھیجیں۔ آپ حضرات کو مطلع کرنے کے لئے اس ماہ کے برہان میں یہ اعلان دیا گیا ہے۔

(عمید الرحمٰن عثمانی)
منیجر رسالہ برہان دہلی۔